

سورۃ الفیل کی غلط تاویل

قرآن کریم کے اوّل مخاطب صحابہ کرامؓ ہیں، اور ایک کلام اسی وقت ہی بلیغ و مبین کہلا سکتا ہے جب وہ اپنے اوّل مخاطبین کی سمجھ میں آئے، وگرنہ اس کے ابلاغ میں نقص ماننا پڑے گا۔ اس لحاظ سے صحابہ کرامؓ کی قرآن فہمی کو دیگر اہل علم پر کئی پہلوؤں سے ترجیح حاصل ہے۔ صحابہ کرامؓ کی قرآن فہمی کے تین مرحلے ہیں اور تینوں کے احکام مختلف ہیں: ① جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ فلاں آیت اس واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی تو اس واقعہ کے تعین، حقیقت اور کیفیت کے بارے میں صحابہ کا موقف حجت ہے، کیونکہ وہ نزول قرآن کے عینی شاہد اور حاضرین مجلس تھے۔ ② پھر قرآن چونکہ ان کے محاورے میں نازل ہوا، اسلئے کسی قرآنی لفظ کے لغوی مفہوم کے تعین میں بھی صحابہ کو دیگر اُمت پر ترجیح حاصل ہے۔ یہ دونوں صورتیں صحابہ کی درایت تفسیری کی قبیل سے ہیں۔ ③ البتہ ان آیات سے مزید کن معانی و مفاہیم کا استنباط و استخراج ہوتا ہے اور یہ کس فقہی مسئلہ کی دلیل بنتی ہیں، اس بارے میں کسی ایک صحابی کا اجتہاد لازماً حجت نہیں۔ یہ درایت اجتہادی کہلاتی ہے۔

فرائی مکتبہ فکر نے سورۃ الفیل کے واقعہ کے بارے میں صحابہ کرامؓ کی زبانی ایک واقعہ کے تعین اور اس کی تفصیلات کو پس پشت ڈال کر مسلمہ اُصول تفسیر کی مخالفت کی ہے۔ اللہ کی قدرت کاملہ کے یک گونہ انکار، تفسیر صحابہؓ کی مخالفت اور سبیل المومنین سے فرقہ غامدیہ کے انحراف کی ایک اور مثال ہدیہ قارئین ہے۔ (ح م)

قرآن مجید کی سورۃ الفیل میں اصحاب الفیل (ہاتھی والوں) کے جس واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کی صحیح، متفقہ اور مجمع علیہ تفسیر میں بھی فکر فرائی کے حاملین نے اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

اصل واقعہ جس پر سلف سے خلف تک، تمام مفسرین کرام کا اتفاق اور اجماع ہے، مختصر طور پر یہ ہے کہ یمن کا ایک متعصب عیسائی حکمران ابرہہ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر ہاتھیوں کے ہمراہ خانہ کعبہ پر حملہ آور ہوا تا کہ اسے مسمار کر دے۔ قریش مکہ اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، اس لئے وہ اس موقع پر قریب کے پہاڑوں میں چلے گئے۔ جب وہ لشکر مزدلفہ اور منیٰ

کے درمیان وادی مُحَسَّر میں پہنچا تو اچانک ایک طرف سے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ نمودار ہوئے جنہوں نے اس لشکر پر سنگ ریزوں اور کنکروں کی بارش کردی۔ اس کے نتیجے میں ہاتھیوں سمیت پورا لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے خانہ کعبہ کی حفاظت فرمائی اور ابرہہ کا منصوبہ ناکام بنا دیا گیا۔ یہ واقعہ اسی سال پیش آیا جس میں حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی۔

اصحابِ فیل کے واقعے کی اس تفسیر پر تمام مفسرین کرام کا چودہ سو برس سے اتفاق اور اجماع موجود ہے۔ اس کے برعکس فکرِ فراہی کے حامل جناب جاوید احمد غامدی صاحب سورۃ فیل کا درج ذیل ترجمہ اور تفسیر فرماتے ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۝ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ۝ وَاَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ۝ تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ کَعَصْفٍ مَّا کُوْلُ ”اللہ کے نام سے جو سر اسرِ رحمت ہے، جس کی شفقت ابدی ہے۔“ تو نے دیکھا نہیں کہ تیرے پروردگار نے ہاتھی والوں سے کیا کیا؟ اُن کی چال کیا اُس نے اِکارت نہیں کردی؟ اور اُن پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے مسلط نہیں کر دیے؟ (اس طرح کہ) تو پکی ہوئی مٹی کے پتھر اُنہیں مار رہا تھا اور اُس نے اُنہیں کھایا ہوا بھوسا بنا دیا۔“ (البیان، ص ۲۳۹ مطبوعہ جنوری ۲۰۰۰ء)

اس ترجمے میں سب سے پہلے الرَّحِیْم کے ترجمے ”جس کی شفقت ابدی ہے“ کی انفرادیت کی داد دیجئے اور اس کے بعد

﴿تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ﴾ کے ترجمہ: ”(اس طرح کہ) تو پکی ہوئی مٹی کے پتھر اُنہیں مار رہا تھا“ پر سر دھنیے کہ آج تک ایسا ترجمہ کرنے کی توفیق صرف فکرِ فراہی کے حاملین کے سوا کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔

اب ذرا اُن تفسیری حواشی پر بھی نظر ڈالئے جو فکرِ فراہی کے علم بردار جناب جاوید احمد غامدی نے تحریر فرمائے ہیں۔ پہلی آیت کی وضاحت فرماتے ہوئے اُنہوں نے لکھا ہے کہ

”اس واقعہ کی جو تفصیلات اس سورہ کی تفسیر میں، امام حمید الدین فراہی نے اپنی تحقیق کے

مطابق بیان کی ہیں، اُن کی رُو سے یمن کا نائب السلطنت ابرہہ جب نو ہاتھیوں اور ساٹھ ہزار کاشکری لے کر بیت الحرام کو ڈھانے کی غرض سے مکہ پر حملہ آور ہوا، تو قریش کھلے میدان میں، اُس کے مقابلے کی طاقت نہ پا کر منیٰ کے پہاڑوں میں چلے گئے، اور وہیں سے اُنہوں نے اس لشکر جرار پر سنگ باری کی۔ اُن کی یہ مدافعت، ظاہر ہے کہ انتہائی کمزور تھی، لیکن اللہ پروردگارِ عالم نے اپنی قوتِ قاہرہ اس میں شامل کر دی اور اس کے نتیجے میں ہوا کے تندوتیز طوفان (حاصب) نے ابرہہ کی فوجوں کو اس طرح پامال کیا کہ وادیِ محصب میں پرندے دنوں اُن کی نعشیں نوچتے رہے۔ اُس زمانے کے ایک شاعر ابوقیس نے کہا ہے:

فأرسل من ربهم حاصب

يلفهم مثل لف القزم

”پھر اُن کے پروردگار کی طرف سے اُن پر حاصب بھیجی گئی جو خس و خاشاک کی طرح اُنہیں پیٹتی چلی جاتی تھی۔“

”تو نے دیکھا نہیں، میں واحد کے صیغے سے خطاب کا جو اسلوب اس آیت میں ہے، یہ بالعموم اُس وقت اختیار کیا جاتا ہے، جب مخاطبین کے ایک ایک شخص کو فرداً فرداً متوجہ کرنا پیش نظر ہو۔“ (البیان، صفحہ ۲۳۹)

اس کے بعد تیسری آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ

”یہ ابرہہ کی فوجوں کی بے بسی سے کنایہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ساف و حاصب کے طوفان سے اُنہیں اس طرح پامال کیا کہ کوئی اُن کی لاشیں اٹھانے والا بھی نہ رہا۔ وہ میدان میں پڑی تھیں اور گوشت خور پرندے اُنہیں نوچنے اور کھانے کے لئے، اُن پر جھپٹ رہے تھے۔“ (البیان، صفحہ ۲۴۰)

پھر آگے چل کر آیت ۴ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”اصل میں تَرْمِيهِمْ ہے۔ یہ اس سے بچھلی آیت میں عَلَيْهِمْ کی ضمیر مجرور سے حال واقع ہوا ہے۔ ہوا کے تندوتیز تھپڑوں کے ساتھ ابرہہ کے لشکر پر آسمان سے جو سنگ باری ہوئی، اس کے لئے اگر غور کیجئے تو یہ لفظ نہایت صحیح استعمال ہوا ہے۔ پرندوں کے پتھر پھینکنے کے لئے، جس طرح کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے، اسے کسی طرح موزوں قرار نہیں دیا جاسکتا۔“

(البیان، صفحہ ۲۴۰)

”اصل میں كَعَصْفٍ مَّاكُولٍ کے الفاظ آئے ہیں۔ کسی چیز کا نام اُس کے انجام کے لحاظ سے رکھنا عربی زبان کا ایک معروف اُسلوب ہے۔ یہ اسی نوعیت کی ترکیب ہے اور آیت کا مدعا یہ ہے کہ تمہاری مدافعت اگرچہ ایسی کمزور تھی کہ تم پہاڑوں میں چھپے ہوئے انہیں کنکر پتھر مار رہے تھے، لیکن جب تم نے حوصلہ کیا اور جو کچھ تم کر سکتے تھے، کر ڈالا تو اللہ نے اپنی سنت کے مطابق تمہاری مدد کی اور ساف و حاصب کا طوفان بھیج کر اپنی ایسی شان دکھائی کہ انہیں کھایا ہوا بھوسا بنا دیا۔“ (البیان، صفحہ ۲۴۱)

غامدی صاحب نے سورۃ الفیل کی جو تفسیر فرمائی ہے وہ اس سے پہلے اُن کے استاذ امام مولانا امین احسن اصلاحی بھی اپنی تفسیر ’تدبر قرآن‘ میں فرما چکے ہیں۔ اُنہوں نے بھی سورۃ الفیل کا درج ذیل ترجمہ کیا ہے:

”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے خداوند نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ کیا ان کی چال بالکل برباد نہ کر دی۔ اور اُن پر جھنڈ کی جھنڈ چڑیاں نہ بھیجیں۔ تم ان کو مارتے تھے سنگ گل کے قسم کے پتھروں سے، بالآخر ان کو اللہ نے کھائے ہوئے مہس کی طرح کر دیا۔“ (تدبر قرآن جلد ۹، صفحہ ۵۵۷)

اس ترجمے کے بعد مولانا اصلاحی صاحب اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ”ہمارے مفسرین تو عام طور پر کہتے ہیں کہ قریش نے ابرہہ کا کوئی مقابلہ نہیں کیا بلکہ ان کے سردار عبدالمطلب قوم کو لے کر پہاڑوں میں جا چھپے اور خانہ کعبہ کو خدا کے سپرد کر دیا کہ جس کا یہ گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ ان کے نزدیک ترمی کا فاعل طیاراً اَبَیْیَل ہے۔ یعنی چڑیوں نے ابرہہ کی فوجوں پر سنگ باری کر کے اُن کو پامال کر دیا۔ اگرچہ اس قول پر تمام مفسرین متفق ہیں لیکن گونا گوں وجوہ سے یہ بالکل غلط ہے۔“ (تدبر قرآن، جلد ۹، صفحہ ۵۶۱)

دراصل سورۃ الفیل کا یہی ترجمہ و تفسیر مولانا اصلاحی صاحب کے استاد مولانا حمید الدین فراہی کی تحقیقِ انیق ہے۔ جو ’مجموعہ تفاسیر فراہی‘ میں موجود ہے۔ اس طرح گویا فکر فراہی کے حاملین کی یہ متفقہ تفسیر ہو گئی ہے۔

لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ مذکورہ تفسیر قرآن کے نظائر، اجماع اُمت اور تاریخ و کلام عرب کے خلاف ہے، اس لئے ناقابل قبول ہے۔ اب ہم اپنے نقطہ نظر کو تفصیل سے پیش کریں گے:

① صحابہ کرامؓ کی تفسیر

سب سے پہلے ہم اس سورہ کی تفسیر میں صحابہ کرامؓ کے اقوال کو دیکھتے ہیں:

① ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں صحیح بخاری کی اس حدیث «إن الله حبس عن مكة الفيل» کی شرح میں حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

”وأخرج ابن مردويه بسند حسن عن عكرمة عن ابن عباس قال: جاء أصحاب الفيل حتى نزلوا الصفاح وهو بكسر المهملة ثم فاء ثم مهملة موضع خارج مكة من جهة طريق اليمن، فأتاهم عبد المطلب فقال: إن هذا بيت الله لم يسلط عليه أحد، قالوا لا نرجع حتى نهدمه، فكانوا لا يقدمون فيلهم إلا تأخر، فدعا الله الطير الأبابل فأعطاه حجارة سوداء فلما حاذتهم رمتهم فما بقي منهم أحد إلا أخذته الحكة فكان لا يحك أحد منهم جلده إلا تساقط لحمه“ (ج ۱۵ ص ۲۵۵، مطبوعہ بیروت)

”اور ابن مردویہ نے عکرمہ سے اور انہوں نے ابن عباسؓ سے حسن سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ ہاتھیوں والے آئے اور وہ صفاح کے مقام پر پہنچ گئے جو مکہ سے باہر (مضافات میں) یمن کے راستے پر ایک جگہ کا نام ہے۔ عبدالمطلب ان کے پاس گئے اور ان سے کہا: ”یہ اللہ کا گھر ہے جس پر وہ کسی اور کو مسلط نہیں ہونے دیتا۔“ وہ بولے: ”ہم اس کو گرائے بغیر واپس نہ جائیں گے۔“ ان کے ہاتھی آگے نہیں بڑھ رہے تھے۔ اس وقت اللہ نے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بلا لیے، ان کو سیاہ کنکر دے دیے۔ پھر جب وہ کنکر کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان پر کنکر برسائے (جس سے وہ سب مر گئے) اور جو کوئی بچ گیا تو اسے حُکّہ (جلد کی بیماری) نے آلیا جس سے اس کے جسم کا گوشت اس سے الگ ہو کر گر جاتا تھا۔“

② امام فخر الدین رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں سورۃ الفیل کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے:

”روی عن عكرمة عن ابن عباس، قال: لما أرسل الله الحجارة على أصحاب الفيل لم يقع حجر على أحد منهم إلا نفض جلده وثار به الجُدرى“ (ج ۳۲ ص ۱۰۰، مطبوعہ تہران)

”عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں پر کنکر بھیجے تو ان میں سے جس کو وہ کنکر لگا، اس کی کھال گلنے لگی اور اس کو جُدری (جلد کی بیماری) نے آلیا۔“

اب ظاہر ہے قرآن کی جس تفسیر کو رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث مجمل طور پر بیان کر رہی ہو، اسی حدیث کی تشریح ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابن عباسؓ فرما رہے ہوں تو پھر اس تفسیر میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کو مکہ پہنچنے سے روک دیا اور پرندوں کے کنکر پھینکنے کے ذریعے ان کو تباہ کر دیا تھا اور اس دعویٰ کا کیا جواز رہتا ہے کہ ہاتھیوں کا لشکر تو قریش کے پتھراؤ سے برباد ہوا اور پرندے صرف ان کی لاشوں کو کھانے کے لئے آئے تھے۔

② قرآن کا اسلوب بیان

سب سے پہلے اس سورہ میں قرآن مجید کے اسلوب بیان پر غور کریں تو آغاز میں اَلْحَرَّ (کیا تو نے نہیں دیکھا) کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ اسلوب بیان قرآن میں عموماً غیر معین مخاطب کے لئے آتا ہے۔ جسے اصطلاح میں خطاب لغیر معین کہا جاتا ہے اور یہ استفہام انکاری کے طور پر آتا ہے۔ اس اسلوب میں کوئی خاص فرد یا گروہ مخاطب نہیں ہوتا بلکہ عام انسانوں سے خطاب کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن میں ہے کہ

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾ (الفجر: ۶)

”کیا تو نے دیکھا کہ تیرے رب نے قوم عاد سے کیا سلوک کیا۔“

ایک اور مثال یہ ہے کہ

﴿اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ﴾ (الفرقان: ۴۵)

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے سائے کو کیسے پھیلا دیا ہے۔“

اس طرح سورہ فیل کے شروع میں بھی اَلَمْ تَرَ کا خطاب کسی خاص فرد یا گروہ کے لئے نہیں ہے۔ لہذا اس سے خاص قریش کو مخاطب ماننا ہرگز درست نہیں ہے۔

③ تفسیر القرآن بالقرآن

قرآن کی تفسیر کا سب سے عمدہ اصول جسے سب مانتے ہیں، یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر خود

قرآن سے کی جائے۔ اس اُصول کے مطابق جب ہم سورۃ فیل پر غور کرتے ہیں تو اس کی کئی نظیریں موجود ہیں۔

۱: پہلی نظیر یہ ہے: ﴿الْمُتَرَكِّفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾ (الفجر: ۶)

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے قوم عاد سے کیا سلوک کیا۔“

یہ آیت اپنے اندازِ بیان ہی سے واضح کر رہی ہے کہ قوم عاد کے لئے جس عذابِ الہی کی طرف اشارہ ہے، اس میں کسی انسانی کوشش اور کسب کا کوئی دخل نہیں ہے۔ قوم عاد پر جو عذاب بھیجا گیا وہ کوئی انسانی فعل نہیں تھا بلکہ سراسر قدرتِ الہی کا کرشمہ تھا۔

﴿الْمُتَرَكِّفَ فَعَلَ رَبُّكَ﴾ ”کیا تو نے دیکھا کہ تیرے رب نے کیا کیا۔“ کے اُسلوب سے واضح ہے کہ اس کے ضمن میں واقع ہونے والے فعل کا فاعل صرف رب ہی ہے۔ بالکل اسی طرح سورۃ فیل کے شروع میں بھی پہلی آیت یوں ہے کہ

﴿الْمُتَرَكِّفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ﴾ (الفیل: ۱)

”کیا تو نے دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔“

اس آیت زیر بحث کا اُسلوب بیان بھی اس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ آگے جو فعل بیان ہوگا اس کا فاعل صرف رب ہے، بندوں کے فعل کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ لہذا اصحابِ فیل کے واقعے کی تفسیر میں ابرہہ کے لشکر کو تباہ کرنے میں بندوں کا خواہ وہ قریش ہوں یا کوئی اور، قطعاً کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔ قریش کے کسی فعل کو بیان کرنے کے لئے یہ اُسلوب بالکل مناسب نہیں ہے۔

ب: دوسری نظیر یہ ہے: ﴿الْمُتَرَالِی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ﴾ (الفرقان: ۴۵)

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے سائے کو کیسے پھیلا یا ہے۔“

ظاہر ہے اشیا کا سایہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے گھٹنا بڑھتا ہے اور سورج کی روشنی کے مختلف زاویوں سے بدلتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت میں انسانی فعل اور کوشش کا کوئی دخل نہیں۔ یہاں بھی اُسلوب بیان وہی ہے جو سورۃ فیل کے شروع میں بیان ہوا ہے۔

ج: تیسری نظیر یہ ہے: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِیُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ﴾

”کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح پہلی بار پیدا کرتا ہے اور پھر دوبارہ پیدا کرے گا۔“

(العنکبوت: ۱۹)

یہ حقیقت ہے کہ اشیا کو پہلی بار پیدا کرنا اور دوبارہ پیدا کرنا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت و صنعت ہے، اس میں انسانی محنت اور کوشش کا کوئی دخل نہیں۔

اس آیت کا اندازِ بیان بھی سورۃ فیل کی مذکورہ آیت جیسا ہے لہذا اصحابِ فیل کی تباہی و بربادی میں بھی قریش یا دوسرے انسانوں کی کسی کوشش کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔

د. چوٹی نظیر یہ ہے: ﴿الْمَرْثَرُوا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمُوتٍ طَبَاقًا﴾ (نوح: ۱۵)
”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح اُوپر تلے سات آسمان پیدا کئے ہیں۔“

اب ظاہر ہے کہ جس طرح سات آسمانوں کو ایک دوسرے کے اُوپر تلے پیدا کرنے میں کسی انسان کے کسب و فعل کو دخل نہیں، اسی طرح سورۃ فیل میں بھی اس کے آغاز کے اُسلوب بیان میں اصحابِ فیل کی تباہی و بربادی میں قریش کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔

④ اَرْسَلَ عَلَيْهِمُ كَعْمٰی

قرآن میں جہاں کہیں کسی قوم کی ہلاکت و بربادی کے سلسلے میں اَرْسَلَ عَلَيْهِمُ كَعْمٰی الفاظ آئے ہیں، وہاں اس کے بعد آنے والا اسم اس قوم کی ہلاکت و بربادی کی شکل کے طور پر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کو عذاب کی صورت قرار دیا ہے۔ قرآن میں اس کی کئی مثالیں ہیں:

ا. پہلی مثال: ﴿وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيْمَ﴾ (الذاریات: ۴۱)

”اور عاد کے بارے میں، جب ہم نے اُن پر منخوس آندھی چلا دی۔“

اس مقام پر جس طرح اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ كَعْمٰی کے بعد جو الرِّيحَ الْعَقِيْمَ (منخوس آندھی) ہے، وہ قوم عاد پر عذاب کی شکل ہے جس سے ان کی ہلاکت و بربادی ہوئی۔ بالکل اسی طرح ﴿وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمُ طَيْرًا اَبَابِيْلَ﴾ (اور ہم نے ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ مسلط کر دیے) میں بھی اَرْسَلَ عَلَيْهِمُ كَعْمٰی کے بعد جو طَيْرًا اَبَابِيْلَ (جھنڈ کے جھنڈ پرندے) آیا ہے تو یہی عذابِ الہی کی وہ صورت ہے جس کے ذریعے اصحابِ فیل کی تباہی و بربادی ہوئی۔

اس کے باہر عذاب کا کوئی اور سبب تلاش کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ب. دوسری مثال یہ ہے: ﴿فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ﴾ (سبا: ۱۶)
”پھر ہم نے اُن پر ہند کا سیلاب مسلط کر دیا۔“

اس مقام پر بھی قوم سبا جس ذریعے اور سبب سے ہلاک ہوئی وہ سَيْلَ الْعَرِمِ ہے جو
أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ کے فوراً بعد آیا ہے۔ بالکل یہی انداز سورۃ فیل کا بھی ہے۔

ج. تیسری مثال یہ ہے: ﴿لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِينٍ﴾ (الذاریات: ۳۳)
”تاکہ ہم اُن پر کھنگر کے پتھر برسائیں۔“

اس جگہ پر قوم لوط کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ (تاکہ ہم اُن پر مسلط
کر دیں) کے بعد حِجَارَةً مِّنْ طِينٍ (کھنگر کے پتھر) آیا ہے جو کہ قوم لوط کی ہلاکت و
بربادی کی شکل ہے۔ بالکل یہی معاملہ سورۃ فیل میں بھی ہے۔ وہاں بھی وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ
طَيْرًا أَبَابِيلَ میں طَيْرًا أَبَابِيلَ ہی اصحابِ فیل کی تباہی کی صورت اور ذریعہ بنے ہیں نہ کہ
قریش کا پتھر اویا کچھ اور۔

⑤ تَرْمِيهِمْ کا مفہوم

غامدی صاحب بھی فکر فرامی کے دوسرے حاملین کی طرح تَرْمِيهِمْ میں فعل کا فاعل قریش
کو قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اُن کا سرے سے اس سورت میں کہیں ذکر نہیں (البتہ آگے کی سورۃ
قریش، بعد میں موجود ہے) اور یہ ان لوگوں کی ذہنی اختراع اور اُچھ کے سوا کچھ نہیں۔

ہم اس سے پہلے واضح کر چکے ہیں کہ اَلَمْ تَرَ کا خطاب عام اور غیر معین ہوتا ہے۔ اس
سے کوئی خاص گروہ مراد لینا قرآنی اُسلوب کے خلاف ہے۔ اس لئے یہاں قریش مخاطب
نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ان کو یہاں مخاطب سمجھنا قرآن مجید کی معنوی تحریف کے زمرے میں آتا
ہے۔ سیدھی بات یہ ہے کہ تَرْمِيهِمْ میں فاعل کی ضمیر اپنے قریبی مرجع طَيْرًا أَبَابِيلَ کی
طرف لوٹتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ پرندوں کے جھنڈ ہی تھے جو ہاتھی والوں پر کنکریاں پھینکتے
تھے اور جس کے نتیجے میں اصحابِ فیل تباہ ہوئے۔

اس مقام پر ان لوگوں نے ایک اور لغوی نکتہ نکالنے کی کوشش کی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ عربی

زبان میں رمی کا فعل کسی چیز کو صرف بازو یا فلاخن ☆ کے ذریعے پھینکنے کے معنوں میں آتا ہے اور یہ لفظ اوپر سے کسی چیز کو گرانے کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ لیکن ان لوگوں کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عربیت میں رمی کا لفظ کئی معنوں میں آتا ہے۔ اس کے معنی کسی چیز کو ہاتھ یا فلاخن سے پھینکنے کے بھی ہیں اور بلندی سے نشانہ باندھ کر کوئی چیز نیچے گرانے کے معنی بھی ہیں۔ اصل میں اس لفظ کے مفہوم میں بلندی یا پستی کا کوئی مفہوم شامل نہیں بلکہ اس لفظ کا بنیادی مفہوم کسی چیز کا نشانہ لے کر اس پر کوئی شے پھینکنا ہے۔ اہل عرب آج کل لڑاکا اور بمبارطیاروں کی گولہ باری اور بمباری کے لئے بھی یہی رمی کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ قرآن میں رمی کے مجازی معنی کسی پر تہمت لگانے، الزام تراشی کرنے اور بہتان طرازی کرنے کے بھی آئے ہیں جیسا کہ سورہ نور میں ہے کہ ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ﴾ ”اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں۔“ (آیت ۴)

لہذا رمی کے لفظ کو صرف بازو اور فلاخن کے ذریعے کسی چیز کے پھینکنے کے معنوں میں محدود اور منحصر سمجھنا عربیت کے خلاف ہے۔

⑥ بِحَجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ کے معنی

تفسیر کا یہی طریقہ سب سے عمدہ اور مستند ہے کہ پہلے قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے۔ اس لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید بِحَجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ کے الفاظ اسی انداز میں صرف دوبار آئے ہیں اور دونوں مقامات پر ان سے مراد عذاب الہی کے پتھر ہیں نہ کہ انسانوں (یا قریش) کے پھینکے ہوئے پتھر۔

پہلی جگہ یہ الفاظ سورہ ہود کی آیت ۸۲ میں اس طرح آئے ہیں کہ ﴿فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَلَىٰهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ مَّنْضُودٍ﴾ ”پھر جب ہمارا حکم آن پہنچا تو ہم نے اس (بستی) کی بلندی کو پستی بنا دیا اور ہم نے وہاں کھگر کے پتھر برسادے۔“

یہ قوم لوط پر عذاب الہی کی کیفیت کا بیان ہے۔ اس میں حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ کے

☆ بازو سے گھما کر کسی چیز کو نیل کی طرح دور تک پھینکنے والا آلہ

الفاظ واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے عذاب کے پتھروں کے لئے آئے ہیں۔ ان سے انسانوں کے پھینکے ہوئے پتھر یہاں کسی صورت مراد نہیں لئے جاسکتے۔

دوسرے مقام پر یہی الفاظ سورۃ الحجر کی آیت ۷۴ میں آئے ہیں:

﴿فَجَعَلْنَا عَلَیْهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیلٍ﴾

”پھر ہم نے اُس (بستی) کو زیر و زبر کر دیا اور اُن لوگوں پر کھنگر کے پتھر برسادیے۔“

اس جگہ بھی ﴿حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیلٍ﴾ کے الفاظ انسانوں کے پھینکے ہوئے پتھروں کے مفہوم میں نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کی صورت میں برسائے گئے اُن پتھروں کے لئے استعمال ہوئے ہیں جن کے ذریعے قوم لوط کو تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔ بالکل یہی الفاظ ﴿بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیلٍ﴾ جب سورۃ الفیل میں بھی آئے ہیں تو ہم کیوں نہ ان سے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابرہہ کے لشکر پر عذاب کی صورت میں برسائے گئے پتھر مراد لیں جو اُن پرندوں کے ذریعے پھینکے گئے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس لشکر پر مسلط کر دیا تھا۔ جب یہاں قرآن کی تفسیر قرآن سے ہو سکتی ہے تو کیوں ان الفاظ کی درواز کار تاویلیں کرنی شروع کر دیں۔

⑦ حَاصِبٌ یعنی سخت آندھی

غامدی صاحب اپنے ’اساتذہ ائمہ‘ کی ہم نوائی میں یہ کہتے ہیں کہ اصحابِ فیل کا لشکر تباہ کرنے میں دو عناصر کار فرما تھے: ایک قریش کی طرف سے پتھر پھینکنا اور دوسرے بعد میں اچانک سخت آندھی (حاصِب) آجانا، مگر یہ تاویل کئی لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔

۱. اوّل یہ کہ اس آندھی (حاصِب) کے آنے کا کوئی ذکر سورۃ فیل میں نہیں آیا ہے صرف پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے جانے کا ذکر آیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان میں سے کون سی تاویل اختیار کی جائے: وہ جسے قرآن بیان کرتا ہے یا وہ جسے قرآن بیان نہیں کرتا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اصحابِ فیل کی تباہی میں آندھی (حاصِب) ہی کا عنصر شامل کرنا ایک غلط تاویل ہے اور یہ ایک من گھڑت افسانے سے زیادہ نہیں۔

۲. منی کی پہاڑیوں سے قریش کا وادی مُحَسَّر میں پتھر پھینک لینا بھی ممکن نہیں، جو

لوگ حج کی سعادت حاصل کر چکے ہیں، وہ ان دونوں وادیوں کی وسعت سے بخوبی واقف ہیں۔
۵. تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اگر یہ ممکن ہے کہ وہ بے جان ہوا میں اتنی طاقت پیدا کر سکتا ہے جس کے ذریعے کوئی لشکر تباہ ہو جائے تو کیا اللہ تعالیٰ سے یہ ناممکن ہے کہ وہ جاندار پرندوں کے پھینکے ہوئے سنگریزوں کے ذریعے کسی لشکر کو برباد نہ کر سکے۔ کیا یہ بات آج ایٹمی دور کے انسان کی عقل سے بالاتر ہے کہ اللہ تعالیٰ بلندی سے پتھروں کو گرا کر اُن سے چھوٹے چھوٹے ایٹم بموں کا کام نہیں لے سکتا۔ افسوس ایسی انسانی عقل پر جو ایک جگہ معجزے کا انکار کر دیتی ہو اور دوسری جگہ معجزے کا اقرار کر لیتی ہو۔

⑧ نصرتِ الہی کا قانون

فکرِ فراہی کے حاملین سورة الفیل کی نادر تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اصحابِ فیل کے واقعے کو بھی اللہ تعالیٰ کی اس سنت کی روشنی میں سمجھنا چاہئے کہ افراد کی جدوجہد ہوگی تو اللہ تعالیٰ اُن کی مدد کرے گا۔ اگر بندے کوئی کوشش نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ بھی اُن کی کوئی مدد نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت نصرت و تائید بندوں کی کوشش کے ساتھ ہر حال میں مشروط نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ایسے بکثرت واقعات موجود ہیں اور تاریخ اسلام بھی اس پر شاہد ہے کہ کئی بار ایسا ہوا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ اس کے کمزور اور عاجز بندے کسی بوجھ اور ذمہ داری کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے تو وہ اپنے خاص فضل و کرم سے بندوں کو اُن کی سعی و کوشش کے بغیر ہی اپنی تائید و نصرت سے نوازتا ہے۔

مثال کے طور پر جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے الاؤ میں ڈالا گیا تھا تو اُس وقت اُن کی کون سی سعی و کوشش تھی جس کے نتیجے میں وہ آتشِ نمرود سے محفوظ رہے؟ حضرت خلیل اللہ کی وہ کون سی جدوجہد تھی جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس آتشِ کدے کو سرد کر دیا تھا۔ یا جب حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تو ان کی وہ کون سی کوشش اور عملی جدوجہد تھی جس کے نتیجے میں ان کو وہاں سے نجات ملی؟ اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے اس مصیبت کے وقت دعا اور تسبیح کی تھی تو یہی دعا واقعہ اصحابِ فیل میں بھی موجود ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ عبدالمطلب اور دوسرے سردارانِ قریش نے خانہ کعبہ کے دروازے پر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ اُن کو ابرہہ کے لشکر کے خطرے سے بچائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور قریش کو اس آفت سے نجات دلائی۔

یا پھر جب حضرت محمد ﷺ مکہ سے ہجرت فرماتے وقت اپنے گھر سے نکل رہے تھے اور اس گھر کا محاصرہ شمشیر بردار جوانوں نے کر رکھا تھا تو اس وقت نبی ﷺ نے اپنے تحفظ کے لئے کون سی عملی کوشش فرمائی تھی جس کے نتیجے میں آپ دشمن کی آنکھوں میں دھول جھونک کر گھر سے بحفاظت نکل گئے تھے۔

اور یہ تو انفرادی واقعات کی مثالیں تھیں۔ اجتماعی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کی نصرت کا قانون صرف وہ نہیں جو غامدی صاحب جیسے لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ بنی اسرائیل مصر سے نکل کر فلسطین جا رہے تھے اور ان کے آگے بحیرہ قلزم کی موجیں اور پیچھے فرعون کی فوجیں تھیں تو اس وقت وہ کون سی عملی جدوجہد تھی جس کے نتیجے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی سمندر کو بحفاظت پار کر گئے اور فرعون اپنے لشکروں سمیت غرق ہو گیا تھا؟

غامدی صاحب قسم کے لوگ اس واقعے کی جھٹ سے تاویل کر دیتے ہیں کہ اُس وقت بحر قلزم کے مدوجزر کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل تو سلامت پار اُتر گئے لیکن اندھے فرعون اور اس کے لشکروں کو سمندر کی اس صورت حال کا علم نہیں ہو سکا اور وہ مدوجزر کی زد میں آ کر غرق ہو گئے تھے۔ مگر یہ تاویل قرآن کے صریح الفاظ اور نصوص کے اس قدر خلاف ہے اور عقلی اعتبار سے اتنی بھونڈی ہے کہ اس کی تردید کی ضرورت نہیں۔

⑨ تاریخ و کلام عرب کی شہادت

خود تاریخ و کلام عرب کی شہادت بھی سورۃ فیل کی متفقہ اور مجموع علیہ تفسیر کی تائید کرتی ہے کہ پرندوں کی سنگ باری ہی سے ابرہہ کا لشکر تباہ ہوا تھا۔
نفیل بن حبیب، جو کہ قبیلہ نخشم سے تعلق رکھتا تھا اور جس نے ایک موقع پر ابرہہ کے لشکر کی رہنمائی بھی کی تھی، اُس موقع پر کہتا ہے کہ

حَمَدْتُ اللَّهَ إِذْ أَبْصَرْتُ طَيْرًا
وَحِفْتُ حَجَارَةً تُلْقَى عَلَيْنَا

”جب میں نے پرندوں کو دیکھا تو اللہ کی تعریف کی اور ان پتھروں سے ڈرا جو ہم پر پھینکے جا رہے تھے۔“ (محمود شکاری آلوسی، بلوغ الارب، ۵۴۵/۱ مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن، لاہور، ۱۹۶۷ء)

اسی طرح عبداللہ بن قیس جو کہ قبیلہ بنی عامر بن لوی بن غالب سے تھا، اُس نے اس

واقعے کے بارے میں یہ اشعار کہے تھے:

كَادَهُ الْأَشْرَمُ الَّذِي جَاءَ
وَاسْتَهَلَّتْ عَلَيْهِمُ الطَّيْرُ
بِالْفَيْلِ فَوَلَّى وَجَيْشُهُ مَهْزُومٌ
بِالْجَنْدَلِ حَتَّى كَانَهُ مَرْجُومٌ

”(ابرہہ) اشرم نے جو ہاتھی لے کر آیا تھا اس کعبے کے خلاف چال چلی مگر اس کی فوج کو شکست ہوگئی اور وہ پیٹھ دکھا کر لوٹ گیا۔ پرندوں نے اُن پر پتھروں سے بلہ بول دیا اور اس کی حالت یہ ہوگئی کہ گویا اسے سنگسار کر دیا گیا ہے۔“ (بلوغ الارب، جلد اول صفحہ ۵۵۲)

⑩ اجماع سنت کے خلاف

غامدی صاحب جیسے تاویل بازوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن و سنت کے جن تفسیری اُمور پر اجماع اُمت ہے، اُس کے خلاف کوئی تاویل جائز نہیں۔ ایسی ہر تاویل گمراہ اور ضلالت کے سوا کچھ نہیں۔ سورہ فیل کی متفقہ اور مجمع علیہ تفسیر وہی ہے جو ہم اس مضمون کے آغاز میں بیان کر چکے ہیں، اس کے ہوتے ہوئے محض اختلاف کے شوق میں نئی تفسیر کرنا ہرگز درست نہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ چودہ برس سے پوری اُمت مسلمہ تو قرآن مجید کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکی اور صرف آج کل کے نام نہاد دانشور اُسے سمجھتے ہیں۔ کیا عقل سلیم یہ مان سکتی ہے کہ سلف و خلف کے علمائے اسلام تو کتابِ مبین کی صحیح تفسیر نہیں کر سکتے اور آج کے وہ لوگ جن کا سرمایہ افتخار ہی مغرب زدگی اور روشن خیالی کا احساس ہے۔ جن کے اذہان مغرب سے مرعوب ہو کر اصول دین کو بگاڑنے میں سرگرم عمل ہیں۔ جو سبیل المومنین کی شاہراہ کو چھوڑ کر ادھر ادھر کی پگڈنڈیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ جن کے جنونِ اختلاف نے ان کو گمراہی کے گڑھے میں دھکیل دیا ہے، کتاب اللہ کی پہلی بار درست تفسیر فرما رہے ہیں؟

در اصل سورۃ فیل کا مرکزی مضمون اور موضوع قریش کو ہیر و بنا کر پیش کرنا اور اللہ تعالیٰ کو اُن کا محض معاون و مددگار ثابت کرنا نہیں ہے بلکہ اس سورہ کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے نوع انسانی کے سامنے یہ حقیقت کھول کر بیان کی ہے کہ فی الواقع وہی قادرِ مطلق ہے۔ وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے جو چاہے کر سکتا ہے۔ سب کے سامنے اصحابِ فیل کا واقعہ ہوا تھا اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ تھی جس نے خانہ کعبہ کی حفاظت فرمائی کیونکہ قریش کے لئے بیت اللہ کا دفاع کرنا ممکن نہ تھا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک کمزور اور حقیر مخلوق پرندوں کے ذریعے ایک بڑے طاقتور دشمن کو نیست و نابود کر دیا اور قریش کو بھی ہلاکت و بربادی سے بچا لیا۔ شرک کے پجاری اور اُن کے جھوٹے معبود سب بے بس تھے مگر اس موقع پر صرف اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ تھی جس نے اپنے گھر کو اور اہل مکہ کو ایک عظیم خطرے اور آفت سے محفوظ رکھا۔ لہذا اللہ تعالیٰ ہی قادرِ مطلق اور معبودِ حقیقی ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور بندوں کو صرف اُسی کی عبادت کرنی چاہئے۔

تضمین بر شعر اقبالؒ

یہ خلل دماغ کا ہے یا کسی کی مہرہ بازی
 کہ مصوری ہے جائز، ہے حلال نے نوازی
 یہ تو بات غیر کی تھی جو تری زباں سے نکلی
 کہ جہاد کرنے والے نہ شہید ہیں نہ غازی
 یہ کڑا ہے وقت مانا، مگر اس قدر نہیں ہے
 کہ جو غزنوی ہے اس کو بھی سکھائے تو ایازی
 یہ شراقیوں سے کہہ دو کہ رہے گی تا قیامت
 وہ محمدی شریعت کہ نہیں فقط حجازی
 یہ ترا عجیب دعویٰ کہ جو دین تو نے سمجھا
 نہ سمجھ سکا تھا اس کو کوئی شافعی نہ رازی
 یہ ترا اصول باطل کہ حدیث دیں نہیں ہے
 ہے خسار ہی خسار یہ نبیؐ سے بے نیازی
 نہ کوئی اصول تیرا، نہ کوئی رفیق مذہب
 ہے کبھی سخن طرازی، ہے کبھی زبان درازی
 ”تو بدل گیا تو بہتر کہ بدل گئی شریعت
 کہ موثق تذر وائ نہیں دین شاہ بازی“